بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تصریحات

صدر پاکستان جنرل محمد یحییٰ خان نے ۲۸ جون کو پاکستان کے مستقبل کے بارہ میں انتہائی اہم تقریر فرمائی جس میں انتقالِ اقتدار سے لے کر آئندہ آئین تک کے بارہ میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

انتقالِ اقتدار کے لیے انہوں نے تقریباً چار ماہ کی مدت کا اعلان کیا ہے کہ انہیں امید ہے تب تک حالات سدھر جائیں گے اور وہ ایک صحیح منصوبے کے تحت اقتدار عوامی نمائندوں کو منتقل کر سکیں گے اگرچہ اس کے بعد بھی کچھ دیر تک صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو مارشل لاء کا تحفظ حاصل رہے گا۔

ہمیں تو چونکہ اقتدار سے دلچسپی نہیں کہ یہ کسے ملتا اور کسے نہیں ملتا اور کون سریرِ اقتدار پر متمکن ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اس بارہ میں صرف اس خواہش کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اقتدار کی منتقلی سے پہلے ملکی سلامتی کا یقین ضرور حاصل کر لینا چاہیے کہ اب ملکی حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ زمامِ اختیار تھوڑی دیر کے لیے بھی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی جو ملک سے زیادہ اپنی ذات کے لیے مخلص ہیں یا جو اس ملک کی نظریاتی اساس پر ایمان نہیں رکھتے تو وطنِ عزیز کو تباہی و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکے گا کہ پہلے ہی بندگانِ ہوس اور اسلام دشمن عناصر کی دسیسہ کاریاں اسے کافی زیادہ نقصان پہنچا چکی ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ بعض بیرونی ممالک اس بارہ میں ہم پر بے جا دباؤ ڈال رہے ہیں اور اقتدار کی دیوی کے کئی پجاری ان کے اس دباؤ سے اپنے خون کی گردش کو تیز کرنے اور اپنی تیزی و طراری کو برقرار رکھنے میں مدد لیتے اور آسودگی حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت کسی بھی دباؤ پر ملکی سالمیت کو ایک دفعہ پھر اس خطرہ میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہو گی جو ایک دفعہ ہمارے سر سے گزر چکا اور ہنوز جس کے آثار نہیں مٹ سکے۔

صدر یحییٰ خان بار ہا اقتدار سے اپنی عدم دلچسپی کا اعلان کر چکے ہیں اور اسی لیے وہ جلد سے جلد

اس بوجھ سے آزاد ہونے کے خواہش مند ہیں اور اقتدار چار ماہ کے اندر اندر عوامی نمائندوں کے سپرداری میں دینا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں اس پر ایک اور بات کہنا چاہتے ہیں کہ وہ چار ماہ کی بجائے چھ ماہ لے لیں لیکن اس انداز سے اس معاملہ کو نباہیں کہ پھر بار بار ہماری سرحدوں کے محافظوں اور ہمارے ملک کے پاسبانوں کو اس میں مداخلت نہ کرنی پڑے اور ہماری بہادر افواج یکسوئی سے دشمن کے سامنے سینہ سپر رہ سکیں۔

صدرِ پاکستان نے کالعدم عوامی لیگ کے ارکان اسمبلی کے بارہ میں ارشاد کیا کہ عوامی لیگ تو بدستور کالعدم رہے گی لیکن اس سے ان کی انفرادی رکنیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ صرف ان لوگوں کی رکنیت معطل کی جائے گی جنہوں نے ملک دشمنی اور شر پسندانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ اس سے اسمبلیوں میں جو سیٹیں خالی ہوں گی انہیں ضمنی انتخابات کے ذریعہ پُر کیا جائے گا۔

لیکن اخبارات پر سنسر کے باوجود مشرقی پاکستان میں عوامی لیگی لیڈروں اور کارکنوں کے متعلق جو خبریں مغربی پاکستان میں پہنچیں ـــ اور سرکاری ذرائع سے چھپتی رہیں ان سے تو یہاں کے لوگوں نے یہی تاثر لیا ہے کہ ارضِ پاک کو ان ابتلاؤں میں مبتلا کرنے، اس کے معصوم اور شریف بیٹوں کو ذبح کرنے اور اس کے نظم ونسق کو منطوج کرنے میں تقریباً وہ بھی لوگ شامل تھے جنہوں نے مجیب کی سیادت کو قبول کیا اور اس کی قیادت تلے بلندیوں اور مناصب کے طلبگار ہوئے اس لیے وہ سزا نہ سہی آئندہ کم از کم کسی اعتماد کے قابل نہیں رہے۔ پھر بھی صدرِ پاکستان بحیثیت صدر اور بطور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ ان میں سے کون مجرم ہے اور کون کتنے اعتماد کے قابل ہے؟

ہم بہرحال اتنی بات ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ اگر پاکستانیوں کے خون سے نہانے والے اور مزعوم "بنگلہ دیش" کے پرچموں کو لہرانے والے کسی بھی صورت اس دیس کی قسمت کے مالک یا شریک بن گئے تو پھر ملک کی سالمیت اور عزت ان کی ستیزہ کاری سے بچ نہیں سکے گی، اس لیے ضروری ہے کہ انہیں پوری طرح چھان پھٹک لیا جائے جن لوگوں پر پاکستان یا اسلام، کہ پاکستان کی اساس اور بنیاد ہے ان کے خلاف ذرا سا جرم بھی ثابت ہو جائے ان کی رکنیت فوری طور پر معطل کر دینی چاہیئے

اور ایک دفعہ ہی ایسے تمام لوگوں کا اعلان کر دینا چاہیے تاکہ کوئی بھی اپنی سزا سے بچنے کے لیے حیلے اور بہانے نہ تراش سکے اور نہ ہی کوئی اقتدار پرست پارٹی — ان سے سودے بازی کر سکے۔

آئین کے متعلق صدر پاکستان کے اعلان نے ہمیں ایک دفعہ پھر بیم و رجا اور اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کر دیا ہے کہ نہ جانے ہم پاکستان کے باسیوں کو کب ایک دائمی اور مستقل آئین میسر آئے گا اس لیے کہ ماہرین کی کمیٹیوں کا تیار کردہ بہر حال عوامی آئین نہیں کہلا سکتا۔ چاہے اسے کتنے ہی خلوص سے کیوں نہ تیار کیا ہو۔ عوام کے اعتماد کے لیے ایک عوامی آئین کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگرچہ ہمیں جناب صدر کی اس بات سے پوری طرح اتفاق ہے کہ موجودہ حالات میں کوئی اسمبلی دستور سازی نہیں کر سکتی اور اس بات کے قائل ہم آج سے نہیں بہت پہلے سے ہیں۔ تب کے جب کے کوئی ہماری اس بات کو سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا لیکن اس کے باوصف ہمارا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ ملک میں وہی آئین دیرپا ہو سکتا اور قومی امنگوں کا مظہر کہلا سکتا ہے جسے قوم کے نمائندوں نے تیار کیا ہو اور قوم نے جس کے بننے نکھرنے سنورنے اور سدھرنے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔

ہماری ۵۶ء کے دستور کے لیے حمایت و تائید اسی لیے تھی وگرنہ ذاتی طور سے نہ ہمیں اس سے جذباتی تعلق تھا اور نہ کسی اور سے حادثاتی نفرت، اور پھر اس لیے ہم اس کے نفاذ اور رواج پر زور دیتے رہے کہ ہمارے نزدیک سابق صدر ایوب خان کو قانوناً اس کے رد کرنے یا معطل کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا اور ہنوز اس کی قانونی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

رہی اس آئین کی کمزوریاں اور اس کی قابل اعتراض چیزیں تو ہم نے ہمیشہ ان کی تصدیق کی اور اس میں اصلاح و ترمیم کی حمایت کی کہ اس کے قابل اعتراض حصوں کو آئینی طور پر درست اور تبدیل کر لیا جائے اور اس طرح سرے سے نئی عمارت بنانے میں اپنی قوتوں کو خرچ کرنے کی بجائے نسبتاً کم محنت سے پرانی عمارت کی اصلاح کی کوشش کر لی جائے جبکہ اسے بہت سے لوگوں کی ہمدردی اور حمایت بھی حاصل ہے اور نئے کے بارہ میں نہ جانے کیا جذبات ہوں؟

خیر ہمیں صدر کے خلوص پر بھروسہ ہے اور ان کی اس بات نے ہمیں اور زیادہ اطمینان بخشا

ہے کہ نیا آئین اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ہوگا جس میں معاشرہ کے مختلف طبقوں کے لیے مکمل معاشرتی اور اقتصادی انصاف کی ضمانت دی جائے گی۔

اور صدر کی اس بات نے تو واقعی ان کی اصابتِ فکر کا ہمیں معترف بنا دیا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا اور اسلام کے نام پر ہی باقی رہ سکتا ہے، کاش رب ذوالجلال ہمارے سیاسی پارٹیوں ان کے لیڈروں، راہنماؤں اور کارکنوں کو بھی اس حقیقت کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے،

نہ جانے لوگوں کی سمجھ میں اتنی موٹی بات کیوں نہیں آتی کہ اگر اسلام کو پاکستان سے الگ کر دیا جائے تو ہندوستان سے اس کی تقسیم ہی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے اور ہند سے اس کی علیحدگی کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ اور پھر ان جانوں کی کیا قدر و قیمت جو اس کی راہ میں لٹائی گئیں؟ اور ان خونوں کی کیا حیثیت جو اس کے لیے بہائے گئے؟

صدر پاکستان نے نئے آئین میں علاقائی تنظیموں پر پابندی کا بھی ذکر کیا، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ علاقائی فتنوں اور علیحدگی پسند رجحانات کو فروغ دینے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے اور جب تک یہ تنظیمیں باقی رہیں گی اپنے ذاتی اور مخصوص مفادات کی خاطر ایک ہی ملک کے باسیوں کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرتی اور عداوت کی خلیجیں حائل کرتی رہیں گی، اور ویسے بھی ہمارا ملک ان کی ریشہ دوانیوں، ستم رانیوں اور عیاشیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان پر جتنی جلد سے جلد پابندی عائد کی جائے، ملک و ملت کے لیے اسی قدر بہتر ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک اور اضافہ ہم اپنی طرف سے کرتے ہیں کہ علاقائی تنظیموں کے ساتھ ساتھ ان مذہبی تنظیموں کے سیاسیات میں حصہ لینے پر بھی قدغنیں عائد کر دینی چاہییں — جو فرقہ داریت کو ہوا دیتی اور دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی اور شیعہ کے نام پر ایک امت کو کئی گروہوں میں تقسیم کرتی ہیں۔

مذہبی اختلافات اپنی جگہ اور فقہی مسائل پہ آراء و نظریات کا تصادم بجا اور ہم اس کے

حامی لیکن سیاست میں فرقہ دارانہ بنیادوں پر تحزب اور گروہ بندی مستقبل میں بہت بڑے فتنوں کا پیش خیمہ بن سکتی ہے اور ماضی بعید کی تاریخ کے بعض اوراق اسی عیب سے آشفتہ اور خون آغشتہ ہیں۔ ہمارے نقطۂ نگاہ سے مذہبی جماعتوں کو عملی سیاست کی بجائے نظری سیاست میں حصہ لینا چاہیے اس سے ایک تو ان کی بات میں اثر زیادہ ہوگا کہ کسی بھی سیاسی پارٹی کی حمایت کرکے اس سے اسلام اور دین کیلئے زیادہ کام لے سکیں گی دوسرے علاً ان کے وزن میں اضافہ ہوگا۔ کہ سیاسی پارٹیاں ان کی حمایت کی محتاج ہوں گی اور بجائے یہ کہ اب یہ دوسروں کے پیچھے بھاگتے پھریں تب وہ ان کی نظرِ التفات کے منتظر رہیں گے۔

اور پھر اگر کوئی ذاتی طور پر عملی سیاست میں حصہ لینا چاہے، تو کسی بھی سیاسی پارٹی میں شامل ہو کر سکے گا۔ اس میں کوئی قباحت بھی نہ ہوگی۔ آخر مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی مولانا داؤد غزنوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، پیر جماعت علی شاہ، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، پیر زکوڑی اور پیر مانکی مذہبی جماعتوں کے راہنما اور اکابر ہی تو تھے۔

بھارت پاکستان کے خلاف جس طرح سرگرم عمل ہے اور جس طرح پاکستان کو مٹانے کی سازشوں میں مشغول ہے۔ صدر نے اپنی تقریر میں اس کا بھی تذکرہ کیا،

ہندوستان کی جنگی تیاریوں اور پاکستان کے خلاف اس کی معاندانہ سرگرمیوں میں جس طرح تیزی آرہی ہے اس سے کوئی شخص بھی بے خبر نہیں ہوگا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پوری قوم کو ان خطرات سے آگاہ اور ان کے مقابلہ کے لیے تیار کیا جائے۔ اور اس کے لیے عوام کو پوری طرح اپنے اعتماد میں لینے کی بھی ضرورت ہے کہ دشمن عیار بھی ہے اور مکار بھی اور کوئی پتہ نہیں وہ کس وقت کیا حرکت کر بیٹھے۔

عین ان ایام اور ان حالات میں ہندوستان کے ایٹم بم کی تیاری کا اعلان بھی بے محل نہیں وہ یقیناً اس لیے ہمیں دھمکانا اور مرعوب کرنا چاہتا ہے لیکن صدر کے الفاظ میں اسے علم نہیں کہ اس کا واسطہ کس قوم سے ہے وہ قوم جو عشقِ رسول سے سرشار اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو اور جسے خدائے بزرگ و برتر کی مدد و حمایت پر پورا پورا بھروسہ ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت خوفزدہ

اور کوئی قوت مرعوب نہیں کر سکتی۔

ان حالات میں ہماری حکومت یقیناً اپنے فرائض سے غافل نہیں ہو سکتی لیکن اس امر کی بہر حال شدید ضرورت ہے کہ حکومت اسلحی ملاء پر خود کفیل ہونے کے لیے جلد سے جلد کوشش کرے اور اسلحہ کے ساتھ ساتھ پوری قوم کو جذبۂ جہاد سے سرشار بنانے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔

دوسری طرف حکومت کو بھارت کے غیر ملکی پروپاگنڈے کے مقابلے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنی چاہییں یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس معاملہ میں ہمارے سفارت خانے بھارت سے بہت پیچھے ہیں جب کہ اس دور میں پروپاگنڈے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

غیر ملکی امداد کا ذکر کرتے ہوتے صدر نے تبلایا کہ بعض ممالک امداد دیتے وقت سیاسی شرائط عائد کر دیتے ہیں اور ہم ایسی امداد کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

صدر کا یہ اعلان صحیح اور جرأت مندانہ ہے اور پوری قوم اس میں صدر کے ساتھ ہے، ہم ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنے اور ان سے نبٹنے کے لیے تیار ہیں لیکن کسی ایسی بات کو ماننے پر آمادہ نہیں جس سے ہماری عزت پہ حرف آتا اور آبرو پہ آنچ آتی ہو بلکہ ہم توسرے سے غیر ملکی امداد ہی کے حامی نہیں کہ اس کے ساتھ غیر ملکی نظریات در آتے اور غیر ملکی ثقافت اور غیر ملکی تہذیب۔ بار باقی اور ہماری قومی غیرت کو للکارتی اور ملی روایات کو مسلتی اور مذہبی اقدار کو پامال کرتی چلی جاتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے وسائل پر بھروسہ کریں اور جلد سے جلد غیروں کی محتاجی، ہر قسم کی محتاجی سے نجات حاصل کریں۔

حکومت اگر اس سلسلہ میں مخلص ہو تو یہ کام کوئی مشکل نہیں، سامانِ تعیش پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے، بڑے بڑے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مال و دولت کے بوجھ میں کمی کی جائے، انہیں ملکی ضروریات پر روپیہ لگانے پر مجبور کیا جائے، قوم کو کفایت شعاری کا صرف درس نہیں بلکہ عادی بنایا جائے، ہوا و ہوسِ زرگری کی بجائے حب الوطنی کے جذبات فروغ دیے جائیں فحاشی، عریانی اور بے حیائی کی بجائے سادگی، حیا اور محنت کی تعلیم دی جائے تو یہ ساری دردسری ختم ہو سکتی ہے